تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ
جلد نمبر: 6
شمارہ: 07

انٹرنیٹ گزٹ
جولائی 2016ء

المنار

مجلس ادارت: رانا عبدالرزاق خان، عطاء القادر طاہر، سید حسن خان، آصف علی پرویز ۔ منیجر: سید نصیر احمد

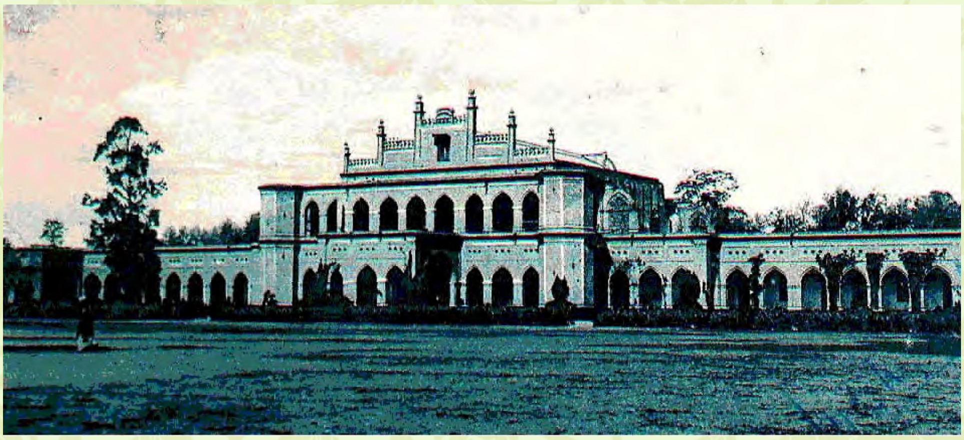

Taleem-Ul-Islam College Old Students Association - U.K
53, Melrose Road, SW18 1LX, London.
Ph. 020 8877 5510 - Fax: 020 8877 9987
ticassociation@gmail.com - www.alminaruk.com

قال اللہ تعالیٰ

کون کسی بے کس کی دُعا سنتا ہے۔ جب وہ اس (خدا) سے دُعا کرتا ہے اور (اس کی) تکلیف کو دور کردیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو ایک دن ساری زمین کا وارث بنادے گا۔ کیا (اس قادر مطلق) اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تم بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

(النمل:63)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔“ (ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو۔ اس لئے سجدے میں بہت دُعا کیا کرو۔“

(مسلم کتاب الصلوٰۃ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”دُعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دُعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 240-241)

ارشاد سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”میں سمجھتا ہوں ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود بھی ایک جذبہ کے تحت اپنی اس درسگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کیلئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔“

(الفضل ربوہ 13 اکتوبر 2011ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نوٹ بک

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں، جس میں خاکسار بھی موجود تھا، بیان فرمایا کہ ایک دن میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نوٹ بک دیکھوں کہ اس میں کس قسم کی باتیں نوٹ کی گئی ہیں۔ چنانچہ میں نے باوجود حضرت اقدس علیہ السلام کے احترام کے حضورؑ سے اس بات کی درخواست کردی کہ میں حضورؑ کی نوٹ بک دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضورؑ نے بلا تامل اپنی نوٹ بک بھجوا دی۔ جب میں نے اسے ملاحظہ کیا تو اس کے پہلے ہی صفحہ پر اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کی دعا لکھ کر اس کے نیچے حضورؑ نے یہ نوٹ دیا ہوا تھا کہ ”اے میرے خدا تو مجھ پر راضی ہو جا اور راضی ہونے کے بعد پھر کبھی بھی مجھ پر ناراض نہ ہونا“ میں نے جب یہ نوٹ پڑھا تو مجھے فائدہ ہوا اور میں دعائے فاتحہ کے پڑھتے وقت ہمیشہ ہی اس نکتہ کو ملحوظ رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور راضی ہو کر پھر کبھی بھی ناراض نہ ہو۔

(حیات قدسی-از حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب)

”ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے“

حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”...ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کردے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا...“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 563-564)

زاویۂ نظر

ایک مشہور مصنف نے اپنے مطالعے کے کمرے میں قلم اٹھایا اور ایک کاغذ پر لکھا: ”گزشتہ سال میں، میرا آپریشن ہوا، بڑھاپے میں ہونے والے اس آپریشن کی وجہ سے مجھے کئی ہفتے تک بستر کا ہو کر رہنا پڑا۔ اسی سال میں ہی میری عمر ساٹھ سال ہوئی اور مجھے اپنی پسندیدہ اور اہم ترین ملازمت سے سبکدوش ہونا پرا۔ میں نے نشرو اشاعت کے اس ادارے میں اپنی زندگی کے تیس قیمتی سال گزارے تھے۔ اسی سال ہی مجھے اپنے والد صاحب کی وفات کا صدمہ اُٹھانا پڑا۔ اسی سال میں ہی میرا بیٹا اپنے میڈیکل کے امتحان میں فیل ہو گیا، وجہ اس کی کار کا حادثہ تھا جس میں زخمی ہو کر اُسے کئی ماہ تک پلستر کرا کر گھر میں رہنا پڑا صفحے کے نیچے اس نے لکھا: آہ، کیا ہی برا سال تھا یہ!!

مصنف کی بیوی کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ اُس کا خاوند غمزدہ چہرے کے ساتھ خاموش بیٹھا خلاؤں کو گھور رہا تھا۔ اُس نے خاوند کی پشت کے پیچھے کھڑے کھڑے ہی کاغذ پر یہ سب کچھ لکھا دیکھ لیا۔ خاوند کو اُس کے حال میں چھوڑ کر خاموشی سے باہر نکل گئی۔ کچھ دیر کے بعد واپس اسی کمرے میں لوٹی تو اس نے ایک کاغذ تھام رکھا تھا جسے لا کر اُس نے خاموشی سے خاوند کے لکھے کاغذ کے برابر میں رکھ دیا۔ خاوند نے کاغذ کو دیکھا تو اس پر لکھا تھا اس گزشتہ سال میں آخر کار مجھے اپنے پتے کے درد سے نجات مل گئی جس سے میں سالوں کرب میں مبتلا رہا تھا۔ میں اپنی پوری صحت مندی اور سلامتی کے ساتھ ساٹھ سال کا ہو گیا۔ سالوں کی ریاضت کے بعد مجھے اپنی ملازمت سے ریٹائرمنٹ ملی ہے تو میں مکمل یکسوئی اور راحت کے ساتھ اپنے وقت کو کچھ بہتر لکھنے کیلئے استعمال کر سکوں گا۔ اسی سال ہی میرے والد صاحب پچاسی سال کی عمر میں بغیر کسی پر بوجھ بنے اور بغیر کسی بڑی تکلیف اور درد کے آرام کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اسی سال ہی اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو ایک نئی زندگی عطا فرمادی اور ایسے حادثے میں جس میں فولادی کار تباہ ہو گئی تھی مگر میرا بیٹا کسی معذوری سے بچ کر زندہ و سلامت رہا۔ آخر میں مصنف کی بیوی نے یہ فقرہ لکھ کر تحریر مکمل کی تھی کہ واہ ایسا سال، جسے اللہ نے رحمت بنا کر بھیجا اور بخیر و خوبی گزرا۔ ملاحظہ کیجئے: بالکل وہی حوادث اور بالکل وہی احوال لیکن ایک مختلف نقطہ نظر سے... بالکل اسی طرح اگر، جو کچھ ہو گزرا ہے، اسے مثبت زاویے سے دیکھیں تو ہمیں جو کچھ عطا ہوا وہ بہتر نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اور بے شک تیرا رب تو لوگوں پر فضل کرتا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔

(سورۃ النمل-73)

استادِ محترم سعید اللہ خان صاحب کی یاد میں

(محمد شریف خان، فلاڈلفیا، امریکہ)

میں 1956 میں تعلیم الاسلام کالج میں ایف ایس سی میں داخل ہوا، جب ہوسٹل کے داخلے کے انٹرویو میں گھبرایا ہوا پیش ہوا، اچانک داخلہ کمیٹی کے ایک رکن نے میری طرف اشارہ کر کے تیز تیز الفاظ میں میرے شہید

بھائی جان کا نام لیکر پوچھا: ''تم منیر شامی کے بھائی تو نہیں؟'' بعد میں معلوم ہوا یہ سعید اللہ خان صاحب تھے، آپ 1946 میں قادیان میں بھائی جان کے کالج فیلو تھے۔ میری اس سے قبل ان سے کبھی بھی ملاقات نہ ہوئی تھی، یہ تھی مرحوم خان صاحب کی یادداشت اور قوتِ پہچان!

کالج میں پڑھائی شروع ہوئی، ہمارے کیمسٹری کے استاد محترم مکرم مبارک احمد صاحب انصاری تھے۔ لیبارٹری میں ڈیمانسٹریٹر سعید اللہ خان صاحب، بڑی محنت سے ہمیں مختلف کیمیکلز اور گیسوں کے خواص کی پہچان میں ہماری راہنمائی فرماتے۔ سلفر گیس کی گندی بُو کے لئے سائنسی اصطلاح "Pungent Smell" ہم نو واردوں کے لئے ایک چھیڑ سی بن گئی۔ اور خان صاحب مرحوم بھی اپنے شگفتہ انداز میں انجوائے کیا کرتے۔

جب کالج ربوہ منتقل ہوا اور فضل عمر ہوسٹل کا افتتاح ہوا، مرحوم چوہدری محمد علی صاحب سپرنٹنڈنٹ اور سعید اللہ خان صاحب ہوسٹل کے وارڈن مقرر ہوئے۔ میں شروع ہی سے سحر خیز رہا ہوں، عشاء کے بعد جلد سونا میری عادت ہے۔ رات دس بجے خان صاحب کمروں میں حاضری چیک کرنے لئے چکر لگاتے، مجھے سویا ہوا پا کر وارنگ دے جاتے کہ تم ساری رات سوئے رہتے ہو پڑھتے نہیں، ماہانہ رپورٹ میں تمہاری شکایت ہوگی۔ والد صاحب مرحوم کا دوسرے چوتھے ڈانٹ کا خط آجاتا، آخر مجھے خان صاحب کو اپنی سحرخیزی کا بتانا ہی پڑا، تو خان صاحب خوش ہوئے اور کہنے لگے پڑھنے کا اصل وقت تو وہی ہوتا ہے۔

جب میں نے استاد کے طور پر کالج جائن کیا، اس وقت خان صاحب کالج کے پاس ہی فضل عمر ریسرچ کی ایک کوٹھی میں رہائش پذیر تھے، صحن میں جالی دار ڈربوں میں مرغیاں رکھ کر بڑے پیمانے پر پولٹری فارم کھولنے کے لئے تجربات کر رہے تھے، میرا مضمون زوالوجی تھا اس لئے خان صاحب مجھے اکثر اپنے گھر لے جاتے، اور ہم پولٹری فارم میں صفائی، مرغیوں کے علاج، اور چوزوں کی جنس کی پہچان وغیرہ قسم کے مسائل ڈسکس کیا کرتے تھے۔

کچھ عرصے بعد خان صاحب اپنے کھلے گھر دارالفضل میں پہاڑی سے متصل منتقل ہو گئے، جہاں 1960 میں ''خلیل پولٹری فارم'' کا مستقل بنیادوں پر آغاز کیا، اسوقت پاکستان میں کسی کو اس شعبے سے کم دلچسپی تھی۔ خان صاحب کی محنت رنگ لائی، برائلر مرغیوں کے تجربے اور خان صاحب کی کوششوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی، اردگرد سرگودھا، ربوہ اور فیصل آباد سے انڈوں اور مرغیوں کے دھڑا دھڑ آرڈر موصول ہونے لگے۔

خان صاحب کو ہومیوپیتھی میں دلچپسی تھی، اکثر مریض پاکستان کے علاوہ خطوط اور بلمشافہ آپ سے مشورہ لینے آتے۔ میں اکثر احمد نگر کی طرف سیر پر جاتے ہوئے راستے میں خان صاحب کے گھر ملاقات کے لئے جاتا تو ہمیشہ محبت سے پیش آتے، اکثر مجھے میرے بھائی جان اور اپنے دوست منیر شامی کے متعلق باتیں بتاتے۔

مرحوم سعید اللہ خان صاحب، سادہ لباس، سادہ خو، اور خوش مزاج متوکل بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے مختلف پراجیکٹ پر کام کیا، کیٹل فارم، زمینداری (جس سے اپنے گھر کے لئے گندم سالانہ حاصل کر لیتے)، آپ کا پولٹری فارم علاقے کا معروف فارم تھا۔

آپ حساب کے ماہر تھے، آپ کو کئی جماعتی مالی کمیٹیوں میں کام کرنے کی سعادت ملی۔ خان صاحب کی خوشگوار یادیں ہمیشہ آپ کے شاگردوں کو گرماتی رہیں گی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی لغزشوں سے صرفِ نظر کر کے آپ کی مغفرت فرمائے، اور اپنی رحمت سے اعلیٰ درجات سے نوازے اور آپ کے لواحقین کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

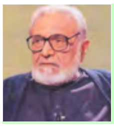

اشفاق احمد کی ایک تحریر

جب ابّا کی تنخواہ کے ساڑھے تین سو روپے پورے خرچ ہو جاتے تب امّاں ہمارا پسندیدہ پکوان تیار کرتیں۔ ترکیب یہ تھی کہ سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے کپڑے کے پرانے تھیلے میں جمع ہوتے رہتے اور مہینے کے آخری دنوں میں ان ٹکڑوں کی قسمت کھلتی۔ پانی میں بھگو کر نرم کر کے ان کے ساتھ ایک دو مٹھی بچی ہوئی دالیں سل بٹے پر پسے مصالحے کے ساتھ دیگچی میں ڈال کر پکنے کو چھوڑ دیا جاتا۔ حتیٰ کہ مزے دار حلیم سا بن جاتا اور ہم سب بچے وہ حلیم انگلیاں چاٹ کر ختم کر جاتے۔ امّاں کے لیے صرف دیگچی کی تہہ میں لگے کچھ ٹکڑے ہی بچتے۔ امّاں کا کہنا تھا کہ کھرچن کا مزہ تم لوگ کیا جانو۔ اور امّاں ایسی سگھڑ تھیں کہ ایک دن گوبھی پکتی اور اگلے دن اسی گوبھی کے پتوں اور ڈنٹھلوں کی سبزی بنتی اور یہ کہنا مشکل ہو جاتا کہ گوبھی زیادہ مزے کی تھی یا اس کے ڈنٹھلوں کی سبزی۔

امّاں جب بھی بازار جاتیں تو غفور درزی کی دکان کے کونے میں پڑی کترنوں کی پوٹلی بنا کے لے آتیں۔ کچھ عرصے بعد یہ کترنیں تکیئے کے نئے غلافوں میں بھر دی جاتیں۔ کیونکہ امّاں کے بقول ایک تو مہنگی روئی خریدو اور پھر روئی کے تکیوں میں جراثیم بسیرا کر لیتے ہیں۔ اور پھر کترنوں سے بھرے تکیوں پر امّاں رنگ برنگے دھاگوں سے شعر کاڑھ دیتیں۔ کبھی لاڈ آ جاتا تو ہنستے ہوئے کہتیں "تم شہزادے شہزادیوں کے تو نخرے ہی نہیں سماتے جی۔ تم سوتے بھی شاعری پر سر رکھ کے ہو۔"

عید کے موقع پر محلے بھر کے بچے غفور درزی سے کپڑے سلواتے۔ ہم ضد کرتے تو امّاں کہتیں وہ تو مجبوری میں سلواتے ہیں کیونکہ ان کے گھروں میں کسی کو سینا پرونا نہیں آتا۔ میں تو اپنے شہزادے شہزادیوں کے لیے ہاتھ سے کپڑے سیئوں گی۔ جمعۃ الوداع کے مبارک دن ابّا لٹھے اور پھول دار چھینٹ کے دو آدھے آدھے تھان جانے کہاں سے خرید کر گھر لاتے۔ لٹھے کے تھان میں سے ابّا اور تینوں لڑکوں کے اور چھینٹ کے تھان میں سے دونوں لڑکیوں اور امّاں کے جوڑے کٹتے اور پھر امّاں ہم سب کو سلانے کے بعد سحری تک آپا نصیبن کے دیوار ملے کوارٹر سے لائی گئی سلائی مشین پر سب کے جوڑے سیتیں۔ آپا نصیبن سال کے سال اس شرط پر مشین دیتیں کہ ان کا اور ان کے میاں کا جوڑا بھی امّاں سی کر دیں گی۔

ہم بہن بھائی جب ذرا سیانے ہوئے تو ہمیں عجیب سا لگنے لگا کہ محلے کے باقی بچے بچیاں تو نئے نئے رنگوں کے الگ الگ چمکیلے سے کپڑے پہنتے ہیں مگر ہمارے گھر میں سب ایک ہی طرح کے کپڑے پہنتے ہیں۔ مگر امّاں کے اس جواب سے ہم مطمئن ہو جاتے کہ ایک سے کپڑے پہننے سے کنبے میں محبت قائم رہتی ہے۔ اور پھر ایسے چٹک مٹک کپڑے بنانے کا آخر کیا فائدہ جنھیں تم عید کے بعد استعمال ہی نہ کر سکو۔

چھوٹی عید یوں بھی واحد تہوار تھا جس پر سب بچوں کو ابّا ایک ایک روپے کا چاند تارے والا بڑا سکہ دیتے تھے۔ اس کے انتظار اور خرچ کرنے کی منصوبہ بندی میں چاند رات آنکھوں میں ہی کٹ جاتی۔ صبح صبح نماز کے بعد ہم بچوں کی شاپنگ شروع ہو جاتی۔ سب سے پہلے ہر بہن بھائی کوڈو کے ٹھیلے سے ایک ایک پنی والی گول عینک خریدتا جسے پہن کر چال میں اتراہٹ سی آ جاتی۔ پھر سب کے سب چاندی کے ورق لگی میٹھی املی اس لالچ میں خریدتے کہ رفیق افیمچی ہر ایک کو املی دیتے ہوئے تیلی جلا کر املی میں سے شعلہ نکالے گا۔ پھر خانہ بدوشوں کے خوانچے میں بھرے مٹی کے کھلونوں اور رنگین کاغذ اور بانس کی لچکدار تیلیوں سے بنے گھگو گھوڑے کی باری آتی۔ آخر میں بس اتنے پیسے بچتے کہ سوڈے کی بوتل آ سکے۔ چنانچہ ایک بوتل خرید کر ہم پانچوں بہن بھائی اس میں سے باری باری ایک ایک گھونٹ لیتے اور نظریں گاڑے رہتے کہ کہیں کوئی بڑا گھونٹ نہ بھر جائے۔ پیسے ختم ہونے کے بعد ہم دوسرے بچوں کو پٹھان کی چھرے والی بندوق سے رنگین اور مہین کاغذ سے منڈھے چوبی کھانچے پر لگے غبارے پھوڑتے بڑی حسرت سے دیکھتے رہتے۔ بندر یا ریچھ کا تماشا بھی اکثر مفت ہاتھ آ جاتا اور اوپر نیچے جانے والے گول چوبی جھولے میں بیٹھنے سے تو ہم سب بہن بھائی ڈرتے تھے اور اس کا ٹکٹ بھی مہنگا تھا۔

بقر عید پر سب کے ہاں قربانی ہوتی سوائے ہمارے۔ مگر یہاں بھی امّاں کی منطق دل کو لگتی کہ جو لوگ کسی وجہ سے دنیا میں قربانی نہیں کر سکتے ان کے لئے اللہ اوپر اچھے اچھے کھانے پکا کر رکھتا ہے، انشااللہ۔ ایک دفعہ گڑیا نے پوچھا کہ امّاں کیا ہم جلدی اوپر نہیں جا سکتے؟ ہر سوال پر مطمئن کر دینے والی امّاں چپ سی ہو گئیں اور ہمیں صحن میں چھوڑ کر اکلوتے کمرے میں چلی گئیں۔ ہم بچوں نے پہلی بار کمرے سے سسکیوں کی آوازیں آتی سنیں مگر جھانکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر گڑیا کی بات پر رونے کی کیا بات تھی۔ کوئی چھ سات ماہ بعد ایک دن امّاں باورچی خانے میں کام کرتے کرتے گر پڑیں۔ ابّا نوکری پر تھے اور ہم سب سکول میں۔ گھر آ کر پتہ چلا کہ آپا نصیبن امّاں کی چیخ سن کر دوڑی دوڑی آئیں اور پھر گلی کے نکڑ پر بیٹھنے والے ڈاکٹر محسن کو بلا لائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ امّاں کا دل اچانک ساتھ چھوڑ گیا ہے۔ تدفین کے بعد ایک روز گڑیا نے میرا بازو زور سے پکڑ لیا اور یہ کہتے ہوئے پھوٹ پڑی کہ خود تو اوپر جا کر اگلی عید پر اچھے اچھے کھانے کھائے گی اور ہمیں یہیں چھوڑ گئیں۔

جستہ جستہ

علی گڑھ کے معروف شاعر شمیم بستوی رمضان کے مہینہ میں بازار سے لوٹ رہے تھے۔ ہاتھ میں تھیلی تھی۔ تھیلی میں کوئی سامان تھا۔راستے میں ایک پہچان والے مل گئے۔ پوچھا: ’’مولانا کیا لے کر جا رہے ہیں؟‘‘ انہوں نے کہا: ’’ایسی چیز جس کے کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔‘‘ ان صاحب نے کہا: ’’ایسی چیزوں کا علم مولانا لوگ اپنے پاس چھپا کر رکھتے ہیں اور ہمیں بتایا جاتا ہے کچھ بھی کھاؤ روزہ ٹوٹ جائے گا۔‘‘ شمیم صاحب نے فوراً ہی تھیلی کھول دی۔اس میں ’جوتے‘ رکھے تھے۔

عزیز ترین ہستی

ایک چھوٹا لڑکا بھاگتا ہوا شیوانا (قبل از اسلام کے ایران کا ایک مفکّر) کے پاس آیا اور کہنے لگا:

’’میری ماں نے فیصلہ کیا ہے کہ معبد کے کاہن کے کہنے پر عظیم بُت کے قدموں پر میری چھوٹی، معصوم سی بہن کو قربان کر دے۔ آپ مہربانی کر کے اُس کی جان بچا دیں۔‘‘

شیوانا لڑکے کے ساتھ فوراً معبد میں پہنچا اور کیا دیکھتا ہے کہ عورت نے بچّی کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ لیے ہیں اور چھری ہاتھ میں پکڑے آنکھ بند کئے کچھ پڑھ رہی ہے۔ بہت سے لوگ اُس عورت کے گرد جمع تھے اور بُت خانے کا کاہن بڑے فخر سے بُت کے قریب ایک بڑے پتّھر پر بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا۔شیوانا جب عورت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ اُسے اپنی بیٹی سے بے پناہ محبّت ہے اور وہ بار بار اُس کو گلے لگا کر والہانہ چوم رہی ہے۔مگر اِس کے باوجود معبدکدے کے بُت اور کی خوشنودی کے لئے اُس کی قربانی بھی دینا چاہتی ہے۔شیوانا نے اُس سے پوچھا کہ وہ کیوں اپنی بیٹی کو قربان کرنا چاہ رہی ہے۔عورت نے جواب دیا:

’’کاہن نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں معبدکدے کے بُت کی خوشنودی کے لئے اپنی عزیز ترین ہستی کو قربان کر دوں تا کہ میری زندگی کی مشکلات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔‘‘

شیوانا نے مسکرا کر کہا:

’’مگر یہ بچّی تمہاری عزیز ترین ہستی تھوڑی ہے؟ اِسے تو تم نے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا ہے۔تمہاری جو ہستی سب سے زیادہ عزیز ہے وہ تو پتّھر پر بیٹھا یہ کاہن ہے کہ جس کے کہنے پر تم ایک پھول سی معصوم بچّی کی جان لینے پر تُل گئی ہو۔ یہ بُت احمق نہیں ہے، وہ تمہاری عزیز ترین ہستی کی قربانی چاہتا ہے۔تم نے اگر کاہن کی بجائے غلطی سے اپنی بیٹی قربان کر دی تو یہ نہ ہو کہ بُت تم سے مزید خفا ہو جائے اور تمہاری زندگی کو جہنّم بنا دے۔‘‘

عورت نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد بچّی کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے اور چھری ہاتھ میں لے کر کاہن کی طرف دوڑی۔مگر وہ پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔کہتے ہیں کہ اُس دن کے بعد سے وہ کاہن اُس علاقے میں پھر کبھی نظر نہ آیا۔

(’مثنوی معنوی‘ سے ایک حکایت)

غزل...علی سردار جعفری

کام اب کوئی نہ آئے گا بس اِک دل کے سوا
راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا!

باعث رشک ہے تنہاروی رہروِ شوق!
ہمسفر کوئی نہیں دوریٔ منزل کے سوا

ہم نے دنیا کی ہر اک شئے سے اُٹھایا دل کو
لیکن اک شوخ کے ہنگامۂ محفل کے سوا

تیغ منصف ہو جہاں ، دار و رسن ہو شاہد
بے گنہ کون ہے اس شہر میں قاتل کے سوا!

جانے کس رنگ میں آئی ہے گلستاں میں بہار
کوئی نغمہ ہی نہیں شورِ سلاسل کے سوا

پیٹرا کی سیر بوقت دِن

(عطاء القادر طاہر-لندن)-قسط چہارم

اگلے روز پروگرام کے مطابق گائیڈ نے ہمیں ناشتہ کے بعد تیار رہنے کے لیے کہا۔تا کہ پیٹرا کی سیر دن کے وقت بھی کی جائے اور ساتھ ہی یہ تنبیہ

بھی کردی کہ کافی چلنا پڑے گا جس میں اترائی چڑھائی بھی شامل ہوگی۔ہم دوبارہ اسی جگہ پہنچے جہاں وادیٔ السق شروع ہوتی ہے۔داخل ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طرف گھوڑا گاڑی اور گھوڑے والے کھڑے ٹورسٹس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ایک دم ذہن میں گزشتہ رات ہونے والے تجربہ اور راستہ کی لمبائی کا خیال آیا،ایک گھوڑے والے کو اشارہ کیا۔وہ فوراً گھوڑہ لیکر میری طرف لپکا اور سوار ہونے کے لیے میری مدد کرنے لگا۔

ہمارے گائیڈ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وادی کے ختم ہونے کے بعد اصل پرانا شہر شروع ہوگا'اسلئے میں نے گھوڑے والے کو''الخزانہ'' تک جانے کے لئے کہا۔سواری کے دوران خیالوں ہی خیالوں میں خودکو اس زمانہ میں لے گیا جب مختلف علاقوں سے آنے والے کاروان ان راستوں سے گزرتے ہونگے اور تجارت کرتے ہونگے اور مختلف ثقافتوں کا ملاپ ہوتا ہوگا۔'الخزانہ' پہنچ کر گرمی کا احساس ہوا،معلوم کرنے سے پتہ چلا کہ وادی السق ایک تنگ گھاٹی ہے جو دو بلند پہاڑوں کے درمیان ہے اور چونکہ سورج کی روشنی نیچے تک نہیں پہنچتی اور ہوا کا رخ بھی کچھ ایسا ہے کہ یہاں سارا سال درجہ حرارت یکساں رہتا ہے۔الخزانہ کے بعد کھلی جگہ شروع ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حصّہ نسبتاً بہت گرم ہے۔وہاں پر واقع ایک کیفے سے اورنج کا تازہ نکلا جوس پینے سے تسکین ملی۔

ستانے کے بعد مزید آگے بڑھے،ہمارے ارد گرد بہت سارے ٹورسٹ موجود تھے جن کی اکثریت یورپ یا امریکہ سے تعلق رکھنے والی تھی۔وہاں سواری کے لئے گھوڑوں کے علاوہ اونٹ اور گدھے بھی حاصل کئے جا سکتے تھے جن پر بہت سے لوگ سواری کرتے نظر آرہے تھے۔کچھ ہی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک پورا شہر کھنڈرات کی صورت میں نظر آنے لگا۔پہاڑوں میں آدھے کھدے اور آدھے تعمیر شدہ کھنڈرات نظر آئے جن سے ماضی میں یہاں کے رہنے والے باشندوں کی بودو باش کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔کچھ فاصلہ طے کرتے ہی ''رومی'' دور کے کھنڈرات تھے جن میں باقاعدگی اور یکسانیت نظر آتی تھی۔

خوبصورتی سے بنائے گئے ستون،محل اور مارکیٹ وغیرہ اب بھی بخوبی نظر آتے تھے۔پہاڑوں کے درمیان ایک حصّہ میں،پانی اور آب رسانی کے لئے بڑے بڑے تالاب اور پختہ نالیاں بھی نظر آئیں،جن کو اب بھی استعمال میں لایا جارہا ہے۔ہمیں بتایا گیا کہ ''بازنطینی'' حکومت کے دَور کے کلیساء بھی ایک خاص اونچائی پر بنے ہوئے ہیں جن تک پہنچنے کے لئے صرف گدھوں کو ہی زیر استعمال لایا جاسکتا ہے۔

اس وقت دھوپ اور گرمی کی وجہ سے بلندی پر جانے کے خیال کو خیر آباد کہتے ہوئے،قریب کے ایک کیفے میں بیٹھ کر تازہ دم ہوئے اور واپسی کا راستہ اختیار کیا اور بعد دوپہر اپنے ہوٹل پہنچے اور رات کے کھانے تک آرام کیا گیا۔ (...جاری)

ایک عظیم سائنس دان ۔ پروفیسر عبدالسلام

لوہاروں کا کالج ۔ تحقیقی سائنس کا مرکز

(آصف علی پرویز)

دوست: آپ نے پچھلی گفتگو میں ذکر کیا تھا کہ پروفیسر عبدالسلام کا پہلا لیکچر مورخہ 14 مئی 1957ء کو مقرر کیا گیا تھا۔اور اس لیکچر کی صدارت نوبل انعام یافتہ پروفیسر بلیکٹ نے کی۔

آصف: آپ نے پروفیسر عبدالسلام کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا تعلیمی ریکارڈ نہایت شاندار ہے۔ پاکستان میں اور پھر بعد میں کیمبرج میں آپ ہمیشہ اوّل مقام حاصل کرتے رہے۔آج آپ کے خطاب کا موضوع ہے:''بنیادی ذرّات'' یہ میرا بھی پسندیدہ موضوع ہے۔سامعین بھی اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔

دوست: اب تم میں آپ کی باتیں اور بھی شوق سے سنا کروں گا۔کیونکہ بڑے بڑے ماہرین طبعیات کا یہ ہردلعزیز موضوع ہے۔

آصف: جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ پروفیسر عبدالسلام نے اپنا لیکچر شروع کیا اورسلائیڈز اور تختۂ سیاہ پر مختلف فارمولے اور نقشے بنا بنا کران ذرات کا ذکرکیا۔(نوٹ:ان میں سے ایک ذرّے کا تفصیلی ذکرالمنار کی اشاعت نومبر 12ء سے لے کر جنوری 14ء تک میں ہے) آخرمیں آپ نے قرآن مجید کی آیات پر اپنے لیکچر کو ختم کیا۔

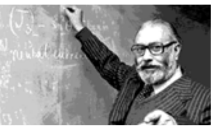

دوست: یہ کیسی اعلیٰ بات ہے۔ایک احمدی کے شایان شان کہ مغربی سائنس دانوں اور اہل علم کے درمیان (جن میں اکثر شاید دہریہ ہوں) قرآن مجید کی آیات پڑھ کر لیکچر کو ختم کریں۔کیا آپ کو علم ہے کہ آپ نے کون سی آیت پڑھی۔

آصف: جی ہاں! آپ نے سورۃ الملک کی آیات نمبر چار و پانچ پڑھیں: الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ○ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ○

ترجمہ: وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو طبقہ درطبقہ پیدا کیا۔تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی تضاد نہیں دیکھتا۔پس نظر دوڑا کیا تو کوئی رخنہ دیکھ سکتا ہے۔نظر پھر دوسری مرتبہ دوڑا۔ ہرنظر تیری طرف ناکام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہاری ہوگی۔

دوست: کیا عظیم کلام ہے اورساری دنیا کے سائنس دانوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ خواہ وہ کتنی ہی تحقیق کرلیں خدا تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی رخنہ نہیں ڈھونڈ سکتے۔اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے۔

آصف: یقیناً آپ نے صحیح کہا ہے۔آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے آپ سے اپنی گفتگو میں کئی مرتبہ یہ کہا ہے کہ میرے ان مضامین اور گفتگو کا اوّلین مقصد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن مجید اور اس کی تخلیق بالخصوص کائنات میں ایک مظبوط ربط دکھا سکوں۔اللہ تعالیٰ مجھے میرے اس مقصد میں احسن رنگ میں کامیاب کرے۔آمین۔

دوست: آپ کے لیکچر کے بارہ میں سامعین نے کیا ردعمل دکھایا؟

آصف: جیسا کہ مغرب میں طریق ہے سامعین نے پورے پانچ منٹ تک تالیاں بجا کر آپ کو داد دی۔ پروفیسر بلیکٹ نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اتنا علمی، فصیح و بلیغ لیکچر انہوں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

دوست: اب تو میرا خیال ہے کہ آپ کے پاس تحقیق کیلئے نسبتاً زیادہ وقت ہوگا۔

آصف: یقیناً! آپ نے صحیح اندازہ لگایا ہے۔امپیریل کالج میں صرف پہلے آٹھ سالوں میں (یعنی 1957 سے 1965 تک) آپ کے پچاس سے زائد تحقیقی مقالے بین الاقوامی سائنسی رسالوں میں شائع ہوئے۔

دوست: آپ تو خود بھی سائنسی تحقیق میں مشغول رہے ہیں۔پھر آپ بڑی باقاعدگی کے ساتھ المنار میں قرآن مجید کے سائنسی حقائق پر مضامین لکھتے رہے ہیں۔آپ کو یہ رفتار کیسی لگتی ہے؟

آصف: یہ غیر معمولی طور پر تیز رفتار ہے۔بین الاقوامی سائنسی رسالے صرف وہی مقالے شائع کرتے ہیں جن میں کوئی نئی بات ہو۔میرے علم کے مطابق شاید ہی دنیا کا کوئی سائنس دان ہو جس نے اتنے تھوڑے وقت میں اتنے زیادہ مقالے شائع کروائے ہوں۔اور ہر مقالہ میں نئی دریافتوں کا ذکر ہو۔

دوست: اب تو آپ بہت مصروف رہتے ہوں گے۔

آصف: یقیناً! لیکن اس کی تفصیل اگلی ملاقات میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن-یو۔کے

السلام علیکم ور حمتہ اللہ و برکاتہ

برکینا فاسو میں پرائمری سکول کی تعمیر

اُمید ہے کہ آپ سب خیر و عافیت سے ہوں گے۔ خدا تعالی کے فضل کے ساتھ گزشتہ سال ہماری تنظیم کو افریقن ملک ساؤ ٹومے میں ایک پرائمری سکول بنانے کی توفیق ملی تھی جس میں آپ سب نے بڑی فراخدلی کے ساتھ مالی مدد کی تھی۔ اب خاکسار بڑی مسرت کے ساتھ ممبران کو یہ خوشخبری دینا چاہتا ہے کہ خدا تعالی کے فضل سے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کی بابرکت منظوری کے ساتھ اس سال ہم افریقہ کے ملک برکینا فاسو میں ایک پرائمری سکول تعمیر کر رہے ہیں جس پر تیس ہزار پاؤنڈ کی لاگت آئے گی۔ آپ سب ممبران سے درخواست ہے کہ نیکی کے اس کام میں بھر پور طور پر حصہ لیں اور جلد از جلد اس سکول کی تعمیر کے لئے ادائیگی کریں تا کہ سکول کی تعمیر کا کام شروع کیا جاسکے۔ ممبران سے دعا کی بھی درخواست ہے کہ ہم سب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کی ہدایات کے مطابق اپنے اپنے فرائض سرانجام دینے والے ہوں اور اللہ تعالی ہم سبکو ہمیشہ مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

والسلام

مبارک صدیقی

صدر ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن یو کے

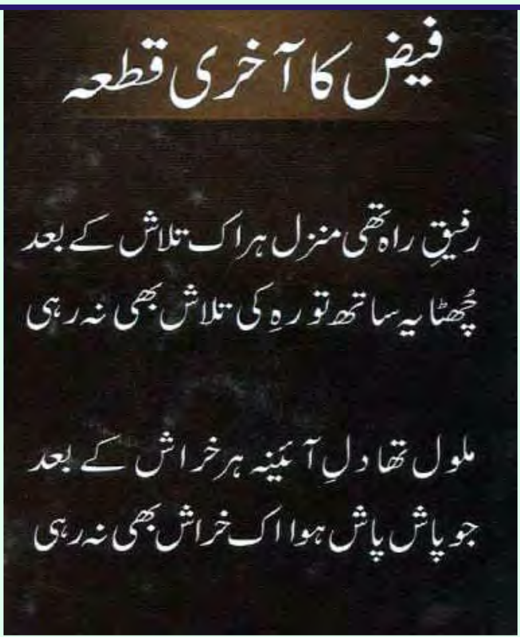

سالانہ عشائیہ میں بہترین کارکردگی دکھانے والے ممبران میں انعامات کی تقسیم اور تصاویر

اس تقریب کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔مکرم ومحترم رفیق حیات صاحب نیشنل امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے دوران سال بہترین کارکردگی دکھانے والے ممبران میں انعامات تقسیم کئے۔انعامات پانے والوں میں مکرم ومحترم مرزا عبدالرشید صاحب،محترم رانا عبدالرزاق خان صاحب،محترم عبدالمنان اظہر صاحب،محترم عبدالقدیر کوکب صاحب،محترم ضیاءالحق قریشی صاحب،محترم حسن خان صاحب،محترم عطاء القادر طاہر صاحب شامل تھے۔اس کے علاوہ تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن اس باسکٹ بال ٹیم کے ممبران کو انعامات دیئے گئے جو جرمنی میں ہونے والے باسکٹ بال ٹورنامنٹ اوّل پوزیشن لے کرآئے تھے۔